از قلم: غازی عزیر ـ الخبر، سعودی عرب

کیا واقعی سندھ کو نبی اکرم ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے؟

ممتاز دینی سکالر و محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق کا ایک منصفانہ جائزہ

ماہنامہ "میثاق" لاہور، شمارہ ۱۰، دسمبر ۱۹۹۰ء بمطابق صفر المظفر ۱۴۱۱ھ پیش نظر ہے۔ اس شمارہ میں "کیا سندھ کو نبی اکرم ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے؟" کے زیر عنوان محترم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (جو کہ آج کل پیرس میں مقیم ہیں) کی سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی، سندھ یونیورسٹی جام شورو (پاکستان) میں کی گئی چند سال پرانی ایک تقریر کا ابتدائی حصہ کہ جو اس عنوان سے متعلق تھا، ٹیپ کی مدد سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی تقریر کی ابتداء میں سندھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اہل سندھ سے آپ ﷺ کی ملاقات کے امکان پر گفتگو فرمائی تھی بلکہ ماہنامہ میثاق کے ادارتی نوٹ کے مطابق "اس ضمن میں اپنی تحقیق کا حاصل سامعین کے سامنے رکھا تھا"۔ محترم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق کے اسی حاصل کے پیش نظر اور ان کے ہی حوالے سے محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (مؤسس و امیر تنظیم اسلامی لاہور) نے اپنی کتاب "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" میں برصغیر میں اسلام کی آمد اور اشاعت کے ضمن میں سرزمین سندھ کی خصوصی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ "سرزمین سندھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے"۔

[1] [2] زیر نظر مضمون میں راقم نے محترم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے پیش کردہ تمام دلائل کا بغور جائزہ لیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس کی حیثیت محض ظن و تخمین و مفروضات سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری محسوس ہوا کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس بات کی حقیقت سے باخبر کروں۔ (واللہ المستعان)

ذیل میں تمام تمہیدی گفتگو پر کلام کرنے سے گریز کرتے ہوئے صرف اصل موضوع اور ان عوامل پر بحث پیش کی جاتی ہے جنہیں فاضل ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں پیش کیا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"...حضور ﷺ کی ملاقات سندھیوں سے کب اور کیسے ہوئی؟ اولاً میں مشرقی عرب میں مجالس کی بات کرتا ہوں۔ اس لیے کہ وہیں سے آپ سندھیوں سے ملاقات کر سکتے ہیں یا

---

[1] ماہنامہ میثاق لاہور ج ۳۸ عدد شمارہ ۱۰ ص ۳۵-۴۸

[2] استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ مصنفہ ڈاکٹر اسرار احمد ص ۳۳

سندھ جا سکتے ہیں: مسند احمدؒ بن حنبل حدیث کی مشہور کتاب ہے اور ابن حنبلؒ وہ شخص ہیں جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں، انہوں نے اپنی مسند میں دو صفحات کی ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ عبدالقیس کے لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ آئے — رسول اللہؐ نے ان سے چیزیں دریافت کیں۔ فلاں شہر کیا ابھی موجود ہے؟ فلاں سردار یا فلاں شخص کیا ابھی زندہ ہے؟ ان سوالات پر وہ لوگ حیرت زدہ ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ! آپ ہمارے ملک اور ہمارے آدمیوں سے ہم سے بھی زیادہ واقف معلوم ہوتے ہیں۔ اس پر مسند احمد بن حنبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو جواب نقل ہوا ہے وہ یہ ہے: میں وہاں گیا ہوں۔ بہت دن تک اس سرزمین کو میرے پاؤں روندتے رہے ہیں، قلعہ مشغل کی چابیاں میں نے حاصل کیں اور چشمہ زہراء پر بھی کھڑا ہوا۔[1]

ان سطور کے متعلق پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ "مسند احمد" میں دو صفحات کی ایسی کوئی طویل حدیث موجود نہیں ہے جس میں قبیلہ عبدالقیس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہونے والے سوالات وجوابات کا طول مکمل متن مذکور ہو۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے دو مختلف حدیثوں کے متن کو خلط ملط کر کے پیش کیا ہے۔ پہلی حدیث بطریق "عبداللہ حدثنی ابی ثنا اسمٰعیل بن ابراہیم قال ثنا عوف حدثنی ابو القموص زید بن عدی قال حدثنی احد الوفد الذین وفدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عبد القیس قال فذکرہ[2]"، مروی ہے۔ مگر "مسند احمد" کی اس حدیث میں محترم ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ یہ الفاظ قطعاً موجود نہیں ہیں: "میں وہاں گیا ہوں۔ بہت دن تک اس سرزمین کو میرے پاؤں روندتے رہے ہیں۔" البتہ "مسند احمد" کی ایک دوسری حدیث جو بطریق "عبداللہ حدثنی ابی ثنا یونس بن محمد ثنا یحیی بن عبدالرحمٰن العصری قال ثنا شہاب بن عباد انہ سمع بعض وفد عبد القیس وہو یقول فذکرہ[3]" مروی ہے، میں بنو عبدالقیس کے اس حیرت زدہ قول: "بابی وامی یا رسول اللہ لانت اعلم باسماء قرانا منا[4]" کے جواب میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مذکور ہے:

"انی قد وطئت بلادکم وفسح لی فیھا۔[5]"

مگر افسوس کہ اس دوسری حدیث میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان کردہ اگلا جملہ (یعنی: قلعہ مشغل کی چابیاں میں نے حاصل کیں اور چشمہ زہراء پر بھی کھڑا ہوا ہوں) موجود نہیں ہے۔ یہ جملہ اوپر بیان کی گئی پہلی حدیث میں اس طرح مذکور ہے:

"فواللہ لقد دخلتھا واخذت اقلیدھا ....
وقفت علی عین الزارۃ۔[6]"

واضح رہے کہ جس "قلعہ مشغل" اور "چشمہ زہراء" کا تذکرہ فاضل ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں کیا ہے وہ ہر دو حدیثوں میں سرے سے مذکور نہیں ہے البتہ اصل حدیث میں "المشقر" اور "عین الزارۃ" کے نام ضرور ملتے ہیں۔

اب "مسند احمد" کی ان دو حدیثوں کا مرتبہ ومقام بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اول الذکر حدیث کے طریق میں ایک راوی "عوف بن ابی جمیلۃ ابو سہل الاعرابی العبدی البصری" ہے جس کو بعض محدثین نے "ثقہ" ضرور بتایا ہے لیکن ائمہ جرح وتعدیل کا ساتھ ہی یہ قول بھی ہے کہ

"وہ قدری اور تشیع کرنے والا تھا۔"

بندارؒ نے اس راوی کے متعلق تو یہاں تک فرمایا ہے:

"واللہ لقد کان عوف قدریا رافضیا شیطانا۔"

---

1. ماہنامہ میثاق ج ۳۸ عدد ۹ ص ۴۷
2. مسند احمدؒ ج ۴ ص ۲۰۶ طبع المکتب الاسلامی بیروت

3 تا 6 مسند احمدؒ ج ۳ ص ۲۰۶ طبع المکتب الاسلامی بیروت۔

تفصیلی ترجمہ کے لیے تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی[1]، سوالات محمد بن عثمان، تاریخ یحییٰ بن معین، علل لابن حنبل، تاریخ الکبیر للبخاری، تاریخ الصغیر للبخاری، سوالات حاکم، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم، میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی، ضعفاء الکبیر للعقیلی، مقدمہ صحیح مسلم اور مشاہیر علماء الامصار[1] وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔

زیر مطالعہ سند میں ضعف کی ایک دوسری علت "مجہول" راوی کی موجودگی ہے جس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ملتا ہے:

"حدثنی احد الوفد الذین وفدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عبدالقیس"

"مجروح" اور "مجہول" رواۃ کی موجودگی کے باوجود اگر کوئی شخص اس حدیث کو "ضعیف" نہ کہہ کر "صحیح یا ثابت" یا "یقینی اور حتمی" سمجھتا ہو اسے ہم اس شخص کی کم عقلی یا حدیث شناسی کے مزاج سے ناآشنا ہی کہیں گے۔

"مسند احمد" کی اول الذکر روایت کی طرح اس کی آخر الذکر حدیث بھی محل نظر ہے۔ اس طریق کے ایک راوی یحییٰ بن عبدالرحمٰن العصری البصری کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں:

لا یعرف لہ عن شہاب بن عباد[2]

اور علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

"لم اعرفہ"[3]

محدث عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ اس راوی کے متعلق ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"عصری کے علاوہ اس طریق کے باقی رجال ثقات ہیں"[1]

پھر اس طریق میں بھی "جہالت" موجود ہے جو ان الفاظ میں مذکور ہے:

"انہ سمع بعض وفد عبد القیس وھو یقول..."

پس ثابت ہوا کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے "مسند احمد" کی جن روایات کو دلیل بلکہ ان کے اپنے الفاظ میں "قطعی ثبوت"[2] کے طور پر پیش کیا تھا وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

اب محترم ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا اگلا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

"مشرقی عرب میں آپ کیوں گئے تھے اس کا ایک دوسری روایت سے ہمیں پتہ چلے گا جو حدیث کی کتابوں میں نہیں بلکہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ ابن حبیب ایک بڑا مشہور مؤرخ گذرا ہے جس کی وفات ۲۴۵ ہجری میں ہوئی۔ اس کی کتاب "المحبر" میں "عرب کے میلے" کے نام کا ایک باب موجود ہے۔ ان میلوں کے سلسلے میں جو ہر سال لگا کرتے تھے وہ بیان کرتا ہے کہ عرب کے مشرق میں "دبا" نامی ایک مقام ہے (جو متحدہ عرب امارات میں حدیبہ نامی بندرگاہ کے شمال میں اب بھی موجود ہے)..... "دبا" میں سالانہ میلہ فلاں تاریخ کو ہوتا تھا۔ اس میں فلاں فلاں قسم کا سامان فروخت کے لیے آتا تھا۔ اس میں شرکت کرنے والے لوگ ہندی، سندھی، چینی، رومی، ایرانی، مشرق والے اور مغرب والے ہوتے تھے۔ یہ الفاظ ہیں جو ترجمہ کر کے میں نے آپ کو سنائے اور اس میں سندھ کا ذکر صراحت کے ساتھ آتا ہے..... اس واسطے سے گمان کیا

---

[1] تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۸۹، سوالات محمد بن عثمان ص ۹۹، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۱۳۰، علل لابن حنبل ج ۱ ص ۱۳۴، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۴/۱ ص ۵۸، تاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۸۵، سوالات حاکم ترجمہ ۳۴۴، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۳/۲ ص ۱۵، میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۳۰۵، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۴۲۹، مقدمہ صحیح مسلم ص ۶، مشاہیر علماء الامصار ترجمہ ۱۵۱

[2] میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۳۹۳

[3] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمی ج ۹ ص ۳۶۸

[1] سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۳ ص ۳۶۱

[2] ماہنامہ میثاق ج ۳۸ عدد ۹ ص ۳۶ سطر ۱۰

جا سکتا ہے کہ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر اس بڑے میلے میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوں گے اور وہاں چینیوں سے اور دیگر لوگوں سے بھی ملے ہوں گے۔ وہ مشہور حدیث کہ "علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے چاہے چین ہی جانا پڑے" ... غالباً اس کی وجہ یہی ہوگی کہ رسول اللہؐ نے دبا کے بازار میں چینی تاجروں کے پاس ان کا پیش کردہ سامان دیکھا ہوگا جن میں چینی ریشم اور دیگر سامان جو وہ لائے تھے آپ نے دیکھا ہوگا اور آپ متاثر ہوئے ہوں گے کہ اتنی اچھی صنعت ان کے ملک میں ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہوگا کہ "علم سیکھو چاہے چین جیسے دور دراز کے ملک ہی کیوں نہ جانا پڑے"... غالباً حضورؐ نے ان سے پوچھا ہوگا کہ تم کتنی دور سے آئے ہو؟ چینیوں نے کہا ہوگا کہ ہم دو ماہ کی مسافت سے چل کر آئے ہیں ... اس واقعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع ملا تھا کہ سندھیوں کو دیکھیں۔ ممکن ہے کہ اور آگے جاکر سندھ میں تجارت کے لیے تشریف لے گئے ہوں"[۱]

پہلے ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ بالا تاریخی شہادت کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ محمد بن حبیب جو امام ابن قتیبہ الدینوریؒ کے شیوخ میں سے گذرے ہیں، اسواق العرب قبل از اسلام کی بابت اپنی کتاب "المحبر" میں بیان کرتے ہیں:

ثم سوق دبا وهی احدی فرضتی العرب یاتیها تجار السند والهند والصين واهل المشرق والمغرب فیقوم سوقها آخر يوم من رجب[۲]

"دبا" کے اسی میلہ کا ذکر محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی ایک کتاب "INTRODUCTION TO ISLAM"[۱] میں ابن الکلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یقیناً ممکن ہے کہ محمد بن حبیب نے کتاب "المحبر" میں دبا کے جس بازار کا تذکرہ کیا ہے وہ ابن الکلبی کی تحقیق سے ہی ماخوذ ہو۔ یہ "ابن الکلبی" کون ہے؟ یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ اگر "ابن الکلبی" سے محترم ڈاکٹر صاحب کی مراد محمد بن سائب بن بشر ابو النضر الکلبی الکوفی ہے تو وہ عند المحدثین "کذاب، ساقط، لیس بشیء، متروک الحدیث، ضعیف، کثیر الغلط اور ناقابل احتجاج" ہے۔ (تفصیل ترجمہ کے لیے ضعفاء والمتروکین لابن الجوزیؒ، تحقیق الغایہ للزاہدی، نصب الرایہ للزیلعیؒ، سنن الکبریٰ للبیہقیؒ، سنن للدارقطنیؒ، موضوعات لابن الجوزیؒ، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، علل لابن حنبلؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، تاریخ الصغیر للبخاریؒ، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، ضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ، ضعفاء والمتروکین للنسائیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ اور تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ[۲] وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں) مگر قرائن بتاتے

۱۔ ماہنامہ میثاق ج ۳۸ عدد ۹ ص ۲۶ سطر ۱۷

۲۔ المحبر لابن حبیب ص ۲۶۵-۲۶۶ طبع حیدرآباد

۱۔ INTRODUCTION TO ISLAM P-5-6 KUWAIT 1977

۲۔ ضعفاء والمتروکین لابن الجوزیؒ ج ۳ ص ۶۲، تحقیق الغایہ للزاہدی ص ۳۳۲، نصب الرایہ للزیلعیؒ ج ۳ ص ۲۸۰، ۱۳۲، ۳۰۸، ۳۹۲، ۲۱۷، سنن الکبریٰ للبیہقیؒ ج ۶ ص ۲۶۱، ج ۱ ص ۲۹۰، سنن للدارقطنیؒ ج ۳ ص ۱۳۰، ۲۲۰، ۲۶۲، موضوعات لابن الجوزیؒ ج ۱ ص ۳۴، ۲۴۳، ج ۳ ص ۲۳۰، تاریخ یحییٰ بن معینؒ ج ۳ ص ۲۸۰، ۳۰۹، ۵۳۳، علل لابن حنبلؒ ج ۱ ص ۱۹۸، تاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۱ ص ۹۶، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ج ۳ ص ۲۷۰، مجروحین لابن حبانؒ ج ۲ ص ۲۵۳، (باقی اگلے صفحہ پر)

ہی کہ یہ "ابن الکلبی" محمد بن سائب نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص ہے کیونکہ محترم ڈاکٹر صاحب کی تصریح کے مطابق اس "ابن الکلبی" کا سنہ وفات ۸۱۹ء ہے اور یہ ایک مؤرخ اور قبل از اسلام عرب کی نوادرات کا ماہر ہے۔[۱]

مگر اس تاریخی شہادت سے زیادہ سے زیادہ جو بات پتہ چلتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان اور سندھ سے تجار بھی اور دوسرے ممالک کے تجار کی طرح "دبا" کے سالانہ بازار میں اپنا اسباب تجارت لے کر آتے تھے۔ اس تاریخی شہادت سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعتاً دبا نامی مقام تک تشریف لے گئے تھے یا آپ نے دبا کے میلہ میں جو سال میں صرف ایک مرتبہ یعنی ماہ رجب کے آخری دن لگتا تھا، ضرور شرکت فرمائی تھی۔ تمام مستند تاریخی کتب صرف اس حد تک بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال عمر میں نبوت سے قبل حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر دوسری بار شام کے سفر پر تشریف لے گئے تو آپ کا قافلہ وادی الظہران، وادی القریٰ، مدائن اور سارض ثمود وغیرہ سے گذرتا ہوا بصرہ پہنچا جہاں آپ نے شام کے عیسائی پادریوں اور راہبوں کو دیکھا اور ان سے گفتگو فرمائی تھی۔[۲]

پس معلوم ہوا کہ فاضل ڈاکٹر صاحب نے اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی ٹھوس اور قابل اعتماد شہادت پیش نہیں کی ہے بلکہ چند مفروضوں، گمان اور قیاس محض پر پوری تحریر کی عمارت کھڑی کی ہے کہ ایسا اور ویسا ہوا ہوگا حالانکہ فی الواقع ایسا اور ویسا کچھ نہیں ہوا ہے۔

قارئین کرام! ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے خط کشیدہ جملوں کو دہرائیں۔ یہ جملے خود آپ کو ہمارے دعویٰ کی تائید کرتے نظر آئیں گے۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی ٹھوس تاریخی دلیل موجود ہوتی تو اس طرح قیاس آرائی اور جدل کی راہ اختیار نہ فرماتے۔

جہاں تک مشہور حدیث "اطلبوا العلم ولو بالصین فان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ یہ روایت بھی صحیح و سقیم احادیث پرکھنے کی کسوٹی پر کھری ثابت نہیں ہوتی بلکہ محدثین عظام میں سے امام بیہقیؒ کے نزدیک مشہور لیکن ضعیف الاسناد، حافظ ابن الصلاحؒ اور امام حاکمؒ کے نزدیک مشہور لیکن غیر صحیح، ابو علی نیشاپوریؒ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں، امام احمد بن حنبلؒ اور ابن راہویہؒ کے نزدیک اس باب کی ہر روایت غیر ثابت ہے، امام ابن الجوزیؒ کے نزدیک یہ سب روایات غیر ثابت، واہیات بلکہ کچھ تو موضوع بھی ہیں۔ محدث عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے اس کو "باطل" قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے راقم کا تحقیقی مقالہ طبع در ماہنامہ "محدث" لاہور[۱] ملاحظہ فرمائیں۔

اب ڈاکٹر صاحب کو اختیار ہے کہ محض اپنے ذہن کی پیداوار اور گمان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "دبا" کے میلے میں شریک کروائیں، وہاں چینیوں اور سندھیوں وغیرہ سے آپ کی ملاقات کرائیں، پھر اس بازار میں چینی تاجروں کے پاس ان کا سامان بالخصوص چینی ریشم وغیرہ آپ کو دکھائیں اور ان اسباب تجارت سے آپ کو متاثر بتاتے ہوئے یہ سوال کروائیں کہ تم کتنی دور سے آئے ہو؟ پھر خود ہی ان چینیوں کی طرف سے اس استفسار کا جواب بھی دلوائیں کہ دو ماہ کی مسافت طے کر کے آئے ہیں، پھر ان چینیوں کی صنعت

بقیہ حاشیہ: کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۶ ص ۔۔ ترجمہ ۲۱۲۷، الضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ ترجمہ ۴۷۶، الضعفاء والمتروکین للنسائیؒ ترجمہ ۵۱۳، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۳ ص ۵۵۹، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۹ ص ۱۸۰، تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲ ص ۱۶۳

۲ Introduction to Islam Page 256

The Life of Mohammad, Dr. M. H. Haikal Page 104

۱ ماہنامہ محدث لاہور ج ۱۹ عدد ۵ شمارہ ۔۔ مطابق شوال ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

یا ان کے وطن کی مسافت سے آپ کے متاثر ہونے کو اس مشہور حدیث کا سبب بیان کریں اور پھر بلا دلیل از خود الفاظ کے اس تانے بانے سے اس بات کا امکان بھی پیدا کرلیں کہ "اور آگے جا کر سندھ میں تجارت کے لیے تشریف لے گئے ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کا صد ہزار شکر ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سندھ تک ہی پہنچانے کے امکان پر اکتفا کرلیا ورنہ اگر وہ مذکورہ بالا مشہور حدیث کے پیشِ نظر یہ گمان کرلیتے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چینیوں کے اسباب تجارت سے متاثر ہو کر ان کے ساتھ ان کے وطن تک تشریف لے گئے ہوں گے اور پھر اسی مسافت کی طوالت کو مدِنظر رکھتے ہوئے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہوگی تو کیا ہم ان کا قلم تھام لیتے یا زبان پکڑ لیتے؟

اب ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا اگلا اقتباس ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"اسی تذکرہ میں ابھی آپ نے سُنا کہ ہند کا بھی ذکر ہے یعنی ہندوستانیوں کا بھی جس کا بعد میں ایک اور حدیث میں بھی ثبوت ملتا ہے۔ ایک دن بعض لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے دُور سے مدینہ آئے۔ سیدنا نے پوچھا.... "یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستانیوں کے سے نظر آتے ہیں...." بعینہٖ یہی الفاظ ہیں جو حدیث میں موجود ہیں اور یہ وہی شخص کہہ سکتا ہے جس نے ہندوستانیوں کو اور ہندوستانیوں کے لباس کو دیکھا ہو۔ یہ لوگ یمن کے ایک قبیلہ کے لوگ تھے جو مسلمان ہونے کے لیے آئے تھے۔"[1]

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر کے اس حصہ میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے مشہور مورخین میں سے ابن ہشامؒ، طبریؒ، ابن سعدؒ، ابن اثیرؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ رحمہم اللہ نے اپنی مؤلفات میں بیان کیا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو یمن بھیجا۔ انہوں نے اطلاع بھیجی کہ قبیلہ بنو حارث بن کعب مسلمان ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو خط لکھا کہ اب مدینہ واپس آجاؤ اور مسلم قبیلے کے چند لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ جب وہ آئے تو ان کے ساتھ قبیلہ بنی حارث بن کعب کے نمائندوں میں قیس بن الحصین ذوالغصۃؓ، یزید بن عبدالمدانؓ، یزید بن المحجلؓ، عبداللہ بن قراد الزیادیؓ، شداد بن عبیداللہ القنانیؓ اور عمرو بن عبداللہ الضبابیؓ وغیرہ شامل تھے۔ انہیں دُور سے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا،

مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَأَنَّهُمْ رِجَالُ الْهِنْدِ؟

(یہ کون لوگ ہیں جو اہلِ ہند کے سے معلوم ہوتے ہیں؟)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک کو محل تقدیرِ صحت (دیار) کے میلہ یا سندھ یا ہندوستان تک آپ کی تشریف آوری کے زیرِ اثر کہنے کے بجائے ارضِ شام کے بردو تجارتی سفروں کے تجربات و مشاہدات کے زیرِ اثر کہنا زیادہ محتاط اور معقول بات ہے کیونکہ ان مقامات تک آپ کا سفر موقوف نہیں ہے البتہ سراندیپ (سری لنکا) سندھ، ہندوستان، ایران، روم، براعظم افریقہ کے جنوب مشرقی سواحل، یمن، بحر عرب اور خلیج فارس کے مختلف جزائر کے باشندوں کی بحری یا دوسری نواحی تجارتی ٹولیوں میں آمد و رفت کتب تاریخ میں بکثرت مذکور و ثابت ہے پھر اس وفد کے لوگوں کو دیکھ کر ہندوستانی باشندوں کے مشابہ بیان کرنا بھی قطعی طور پر معلوم اور ثابت نہیں ہے۔

وفد بنی الحارث کے اس واقعہ کو ابن ہشامؒ نے "سیرۃ الرسول"[1]

---

[1] ماہنامہ میثاق لاہور ج ۳۸ عدد ۹ ص ۴۶

[1] سیرۃ الرسول لابن ہشامؒ ج ۴ ص ۵۹۴ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابن کثیرؒ نے "بدایۃ والنہایۃ"[1] میں "ابن اسحاق" سے بلا سند نقل کیا ہے۔ طبریؒ نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنی "تاریخ" میں نقل کیا ہے مگر ابن اثیرؒ کی "کامل فی التاریخ"[2] میں اس قول کا سرے سے کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ جہاں تک "طبقات الکبریٰ"[3] میں اس جملے کے مذکور ہونے کا تعلق ہے تو مؤلف رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو بیان کرتے وقت سندِ روایت کا التزام کیا ہے جو اس طرح ہے:

"قال اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی
ابراھیم بن موسٰی المخزومی عن
عبداللہ بن عکرمۃ بن عبد الرحمٰن
بن الحارث عن ابیہ قال فذکرہ"[3]

مگر اسے بھی محض اتفاق ہی کہیے کہ ابن سعدؒ کا مذکورہ طریق بھی ہالک ہے۔ اس میں "محمد بن عمر" دراصل مشہور مؤرخ "محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی المدنی القاضی نزیل بغداد" ہے جس کے کذاب، متروک، غیر ثقہ اور وضاع وغیرہ ہونے پر علمائے جرح والتعدیل کا اتفاق ہے۔ واقدی کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "تاریخ یحییٰ بن معین"[4]، "ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ"، "جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ"، "مجروحین لابن حبانؒ"، "کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ"، "ضعفاء والمتروکین للنسائیؒ"، "ضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ"، "ضعفاء الصغیر للبخاریؒ"، "میزان الاعتدال للذہبیؒ"، "تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ" اور "تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ" وغیرہ۔

پس واقدی کی اس روایت کے ساتھ محترم ڈاکٹر صاحب کی آخری دلیل کا سہارا بھی باطل اور ناقابلِ احتجاج ثابت ہوا۔ اب معزز قارئین کو اختیار ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کے محض ظن و تخمین، ذاتی قیاس آرائی، بے بنیاد مفروضوں، مشکوک اور مشتبہ شواہد کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سندھ و ہندوستان تک تشریف آوری کو حکم صحت صادر فرماتے ہوئے ایک روشن حقیقت تسلیم کر لیں یا پھر تاوقتیکہ اس کا کوئی ٹھوس، صحیح اور قابلِ احتجاج ثبوت سامنے نہ آئے ہماری اس تحقیق سے اتفاق کرتے ہوئے ان سب امکانات کو قطعاً باطل اور حقیقت سے بعید تصور فرمائیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ۔

---

[1] بدایۃ والنہایۃ لابن کثیرؒ ج ۵ ص ۹۹ طبع دار الفکر بیروت۔

[2] کامل فی التاریخ لابن اثیرؒ ج ۲ ص ۱۹۹، ۲۰۰ طبع دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۳ء

[3] طبقات الکبریٰ لابن سعدؒ ج ۱ ص ۳۳۰، ۳۳۱ طبع دار صادر بیروت

[4] تاریخ یحییٰ بن معینؒ ج ۳ ص ۱۹۰ (بقیہ اگلا کالم)

بقیہ حاشیہ: ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۴ ص ۱۰۷، جرح و التعدیل لابن ابی حاتمؒ ج ۸ ص ۲۰، مجروحین لابن حبانؒ ج ۲ ص ۲۹۰، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۶ ترجمہ ص ۲۲۴۵، ضعفاء والمتروکین للنسائیؒ ترجمہ ۵۳۱، ضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ ترجمہ ۴۷۷، ضعفاء الصغیر بخاریؒ ترجمہ ۳۳۴، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۳ ص ۶۶۲، تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ ج ۹ ص ۳۶۸۔

دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی

ارشادِ نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو آنکھیں ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گذاری۔

ترمذی